عہد نبوی میں ذرائع ابلاغ کے اسالیب
عصر حاضر کے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ

Means of Communication in the Era of Holy Prophet (ﷺ) As a guideline for contemporary Youth

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری*

ڈاکٹر محمد اسماعیل**

ABSTRACT

Since from the beginning of humanity means of communication have always been an essential need for mankind. To convey the message and to find means to communicate and express one's thought one needs a mean to transmit the information to others. That is called communication. With the passage of time and advancement communication means also took modern shape and became advance. Islam as a complete code of life, guides humanity in the all fields of sociology, economic, politics, including mass communication. Allah the Almighty sent messengers and Prophets for the guidance of people. So they served the humanity in different periods of time in different areas. Ḥaẓrat Muḥammad (ﷺ) the last prophet of Allah used these means of communication for the prevalence and preaching of Islam, and left behind a remarkable legacy in the field of mass communication for the guidance till dooms day.

Where there have been great changes in other fields and professions of life in the advanced world of contemporary era there had become a revolutionary change in the field of media. News all over the world spread in seconds. Media which is the strongest tool to approach people, but sorry to say that it is detracted badly by prevailing wrong values, vulgarity, jealousy and selfishness. There is a dire need to change the direction of media towards the methodology of Prophet Muhammad (ﷺ) so that noble values like piousness, self-sacrifices, brotherhood and cooperation should be developed in people and for this purpose youth can play a pivotal and effective role in the field of mass communication. Eyes are looking towards youth of contemporary era to step forward by following our Holy Prophet (ﷺ). This article is a humble attempt that how the contemporary youth can play its role by using means of communication by taking guidance from Prophetic Era to lead media towards right direction.

Keywords: *Means of communication, era, youth, contemporary, guidance*

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

** لیکچرار شعبہ عربی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

عوام کو باخبر کرنے اور رائے عامہ کی تشکیل اور عوام کی زندگیوں سے متعلق مسائل پیش کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ذرائع ابلاغ ہیں۔ انسانی معاشرے کی بقا اور تعمیر وترقی کے لیے ذرائع بلاغ کی اہمیت اور اس کی اثر انگیزی مسلم ہے، ذرائع ابلاغ کسی بھی معاشرہ کا آئینہ دار ہوتے ہیں، گویا ذرائع ابلاغ کی ترقی کے ساتھ انسانی معاشرے کی ترقی مربوط ہے۔

عصر حاضر میں مسلم معاشرے کو درپیش مسائل میں ایک اہم مسئلہ ذرائع ابلاغ ہیں۔ ابتدا میں ذرائع ابلاغ صرف اطلاعات کے حصول کا ذریعہ تھے۔ آج کے دور میں ایک خاص سوچ کو خاص مقاصد کے پیش نظر پروان چڑھایا جارہا ہے جس سے ابلاغ عامہ کا مفہوم ہی بدل گیا ہے اور عصر حاضر کا میڈیا اطلاعات کی فراہمی کا ذریعہ کم، پروپیگنڈے کا منبع زیادہ معلوم ہوتا ہے اور اب یہ بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ آج کے میڈیا کے ذریعے فحاشی و عریانی، انسانی قدروں کی پامالی اور اخلاق سوز حرکات سر عام کی جارہی ہیں جس سے معاشرے میں بے شمار برائیاں جنم لے رہی ہیں۔

کسی بھی انسانی معاشرے میں سب سے اہم نوجوان ہیں جو انسانیت کا نجات دہندہ، مظلوموں کا سہارا اور بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے قندیل رہبانی ہیں، مصلحین امت کے نزدیک کسی قوم کی فلاح وبہبود کا انحصار اس کی نوجوان نسل پر ہوتا ہے جو پاکیزہ اخلاق وعمدہ خصائل کو اپنا کر ہی اپنی ذمہ داریوں کو نبھاسکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی خدمت کے لیے جو سرمایہ چاہیے وہ یہ نوجوان ہیں۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان ہی تھے جنہوں نے اپنی تمام ترصلاحیتوں کو اسلام کے لئے وقف کر دیا، یہ نوجوان تاریخ اسلام کے ہمیشہ تابندہ ستارے رہے اور اقوام عالم نے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔

آپ ﷺ نے نوجوانوں کی ذمہ داریوں کے حوالے سے ان کی خصوصی تربیت فرمائی کہ وہ ہر بڑی سے بڑی ذمہ داری کے اہل بن گئے۔ ذرائع ابلاغ فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہیں، بلکہ ان کے حسن وقبح اور جواز وعدم جواز کا دارو مدار ان کے استعمال اور نیت ومقصد پر موقوف ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان اس بھاری ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس کے لیے لائحہ عمل اختیار کریں اور عصر حاضر کے بے لگام میڈیا کو نبوی منہج پر ڈالنے کے لیے کوشاں رہیں تاکہ ہر شعبہ میں میڈیا کا صحیح استعمال کیا جاسکے۔

مبحث اول: ذرائع ابلاغ کا مفہوم، اقسام، اہمیت و تاریخی پس منظر

الفاظ (ذرائع، ابلاغ) کے لغوی واصطلاحی مفاہیم

ذرائع کا مفہوم

لغوی مفہوم: "الذَّرِيعة: الْوَسِيلَةُ. وَقَدْ تَذَرَّعَ فُلَانٌ بذَرِيعةٍ أَي توسَّل، وَالْجَمْعُ الذرائعُ"(۱)

لغت میں ذریعہ وسیلہ کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے۔ "تَذَرَّع فلان بذَرِيعةٍ أَي توسَّل" جب کوئی شخص کسی وسیلے سے کوئی کام کرائے اور ذریعہ کی جمع ذرائع ہے۔

اصطلاحی مفہوم: "الذَّرِيعة بمعناها العام هي: الوسيلة التي تكون طريقاً إلى الشَّيء"(۲)

ذریعہ کا عمومی معنی یہ ہے ایک ایسا وسیلہ جو کسی شئ کے حصول کا ذریعہ ہو۔

ابلاغ کا مفہوم

لغوی مفہوم: لفظ اِبلاغ جو دراصل عربی لفظ ہے اور "بلغ" سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ابن منظور نے یوں بیان کیا ہے۔ "بَلَغَ الشيءُ يَبْلُغُ بُلُوغاً وبَلاغاً وصَلَ وانْتَهَى"(۳) بلغ کے معانی ملنے اور پہنچنے کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

ابلاغ یا ابلاغیات اردو زبان کی جدید اصطلاحات میں سے ہے اور یہ انگریزی زبان کے لفظ (Communications) کا اردو ترجمہ ہے۔ انگریزی زبان میں اس شعبے کو میڈیا کہا جاتا ہے۔ ابلاغ کو عربی میں اعلام بھی کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر یوسف محی الدین نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"هو نشر الحقائق والأخبار والأفكار والآراء في وسائل الإعلام المختلفة"(۴)

حقائق، اخبار، افکار، آراء کو مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں تک پہنچانا اور نشر کرنا۔

ابلاغ اور تبلیغ دونوں الفاظ اردو میں بھی اسی معنی میں مستعمل ہیں۔ آسان لفظوں میں "ذرائع ابلاغ" کے مفہوم میں پیغام رسانی اور اطلاعات کے لیے استعمال ہونے والے مختلف وسائل مثلاً میڈیا، مواصلات، خبر، نوٹس، اشتہار، اعلان، خبر رساں ادارے وغیرہ شامل ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی اقسام

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، طبع سوم: ۱۴۱۴ھ، ۸/ ۹۶

(۲) ابن قیم، إعلام الموقعین، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۳/۱۱۷

(۳) لسان العرب، ۲/ ۱۴۴

(۴) یوسف محی الدین، ڈاکٹر، الاعلام نشاتہ وسائلہ مایؤثر فیہ، مکتبہ الرسالۃ الحدیثۃ، ۱۹۸۶ء، ص:۶

جدید ذرائع ابلاغ کو عموماً دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱- مطبوعہ یا پرنٹ(Print) میڈیا

مطبوعہ ذرائع ابلاغ یا پرنٹ میڈیا میں اخبار، رسالے، بروشر، کتابیں، نیوزلیٹر، پمفلٹ، بینر، ہورڈنگ اور وہ تمام اشیاء شامل ہیں جو طباعت شدہ یا چھپی ہوئی ہوں۔

۲- برقی یا الیکٹرانک (Electronic) میڈیا

اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ مرئی، جس کا تعلق دیکھنے سے ہو۔ مثلاً: ٹیلی ویژن، وی سی آر، ڈش، سینما اور انٹرنیٹ وغیرہ۔

۲۔ سمعی، جس کا تعلق سننے سے ہو۔ جیسے: آڈیو کیسٹ، ایم پی ۳، ریڈیو، ٹیلی فون، فیکس، موبائل وغیرہ۔

اسلامی نظریہ ابلاغ اور دیگر ابلاغ عامہ کے مابین فرق

اسلامی نظریہ ابلاغ دیگر ابلاغ عامہ کے نظریہ سے یکسر مختلف ہے۔ اسلام کا نظریہ ابلاغ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ مکمل اور جامع اور آفاقی ہے اس لئے اس کا موازنہ دوسرے نظریات سے نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی نظریہ ابلاغ نیکی پھیلانے اور برائی کو روکنے کے اصولوں پر مبنی ہے ۔ اس میں " ابلاغ" کے لفظ سے مراد نیکی کا فروغ اور بدی کو مٹانا ہے۔

اسلامی نظریۂ ابلاغ میں جہاں ذرائع ابلاغ کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے، وہاں اس کو بہت سی اخلاقی شرائط اور سماجی و معاشرتی قوانین کا پابند بھی بنایا گیا ہے؛ تاکہ دیگر اسلامی نظریہ کی طرح یہاں بھی توازن و اعتدال برقرار رہے۔ اسلامی نظریۂ ابلاغ میں نہ مقتدرانہ نظریۂ ابلاغ کی طرح انسانوں کی آزادی کو مکمل طور پر سلب کیا گیا ہے اور نہ ہی آزادی پسندانہ نظریۂ ابلاغ کی طرح ایسی مادر پدر آزادی دی گئی ہے، کیونکہ اگر اظہار کی آزادی کی آڑ میں ذرائع ابلاغ کے اس سرکش گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو یہ ایمانیات کے ساتھ انسانوں کی اخلاقیات کو بھی پیروں تلے روند کر رکھ دے گا۔

مقتدرانہ نظریۂ ابلاغ انسانوں کے مرہون منت ہے اس کے اصول وضوابط ان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ انسانوں کے پیش کردہ تمام نظریات عارضی ہیں اور ان میں وقت کے ساتھ ساتھ رد و بدل ہوتا رہا ہے لیکن قرآن مجید کا پیش کردہ نظریہ ابلاغ مستقل اور دائمی حیثیت رکھتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے آج کے میڈیا کو اسلامی رنگ میں رنگا جائے۔

ذرائع ابلاغ کی اہمیت

ذرائع ابلاغ دراصل فکر و نظر کی آزادی کا ہی نام ہے۔ فکر و عمل کی آزادی اور اظہارِ رائے کی آزادی کا باب میڈیا کی آزادی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ ایک مثالی اسلامی ریاست میں عقیدے اور مذہب کی آزادی کے ساتھ فکر و نظر کی بھی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسلام میں میڈیا کی کیا اہمیت ہے اور ان ذرائع ابلاغ کو انسانی زندگی میں کیا مقام حاصل ہے؟ اس کے ادراک کے لیے ہمیں ان آیات کا مطالعہ کرنا ہو گا جن میں دعوتِ دین اور اس کی ترویج و ترقی کا حکم دیا گیا ہے، کیا اس کی وسیع اور عالمی پیمانے پر دعوت اور اشاعت، سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں ذرائع ابلاغ کے سہارے کے بغیر ممکن ہے؟ اس لیے اسلامی دعوت و فکر کے لیے ہر وہ وسیلہ جو اس میں مدد و معاون ہو حاصل کیا جا سکتا ہے جب تک وہ حرام نہ ہو۔[۱]

ذرائع ابلاغ کو معاشرے میں ایک اہم حیثیت حاصل ہے جب ہی تو اسلام نے اسے آزاد نہیں چھوڑا، بلکہ اصول و ضوابط کے فریم میں رکھ کر اس کو کامل و اکمل کر دیا ہے۔ دین اسلام کی اکملیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے جس طرح وہ سیاسیات، معاشیات پر خاطر خواہ رہنمائی فراہم کرتا ہے اسی طرح ابلاغیات پر بھی کما حقہ ہدایات فراہم کرے، بحمد اللہ مذہب اسلام اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کرتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کا تاریخی پس منظر

قرآنی آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے ابلاغ کا تصور پیش کیا۔ تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پہلا مکالمہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾[۲]

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

یہ ابلاغ کے عمل کی پہلی صورت تھی۔ اس کے بعد ابلاغ کا آغاز اس وقت ہو گیا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام نے سب اشیاء کے نام بتائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[۳]

اور اس نے آدم کو (سب چیزوں کے) نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔

---

(۱) الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ، وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ، ۲۰/ ۳۳۲

(۲) سورۃ البقرہ: ۳۰

(۳) سورۃ البقرہ: ۳۱

گویا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مقصد یہی تھا کہ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں بلکہ اللہ کا پیغام دوسروں انسانوں تک بھی پہنچائیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ابلاغ کا فریضہ انجام دینے کی ذمہ داری عطا کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے ابلاغ و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔

آخر میں آنحضرت ﷺ نے ابلاغ کی یہ ذمہ داری سب سے بڑھ کر ادا کی، آپ ﷺ کا کردار اور گفتار کی پاکیزگی ہی تھی جس نے کفار مکہ کو متاثر کیا۔ آپ ﷺ کے قائم کردہ نظام میں ہر انسان کو عزت و تکریم کے ساتھ اظہارِ رائے کی آزادی حاصل تھی۔ ظلم و جبر اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کو فرض قرار دے دیا گیا۔ مؤثر طریقوں سے ابلاغ کی یہ ذمہ داری اب اس امت پر عموماً اور اس کے نوجوانوں پر خصوصاً عائد ہوتی ہے۔

مبحث دوم: عہد نبوی کے ذرائع ابلاغ

کسی بھی فکر اور رائے یا گروہ یا کسی اعتقاد کا انتشار اور ظہور اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس کے پس منظر میں مضبوط ذرائع ابلاغ کا ہاتھ نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ تبلیغ رسالت میں اپنے وقت کے موجود تمام ذرائع ابلاغ کا بطریق احسن استعمال کیا ہے، ذیل میں مکی اور مدنی عہد کے اہم ذرائع ابلاغ کا طائرانہ جائزہ لیا جارہا ہے۔

۱-عہد مکی میں نبوی ذرائع ابلاغ

مکی دور کے ذرائع ابلاغ کے اہم اسالیب درج ذیل ہیں:

۱-دعوتی و ابلاغی خطبے

رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں تین سال تک خفیہ دعوت اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا پھر جب اللہ نے آپ ﷺ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم دیا تو فرمایا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾(۱)

پس جو حکم تم کو (خدا کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔

اس عام انذار کے بعد خاص انذار یعنی اپنی قوم اور کنبے کو دعوت دینے کا حکم فرمایا:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (۲)، اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

عرب کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی اہم بات کہنا منظور ہو اور ساری قوم کو متوجہ کرنا مقصود ہو تو صفا پہاڑ پر چڑھ

---

(۱) سورۃ الحجر:۹۴

(۲) سورۃ الشعراء:۲۱۴

کر ندا دیتے اور ساری قوم متوجہ ہو جاتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی اعلانیہ دعوت کے لیے یہی مروجہ طریقہ اختیار فرمایا، صفا پہاڑ پر تشریف لے گئے اور قوم کو اسلام کی دعوت دی، حق کا پیغام سنایا[1]۔ آنحضرت ﷺ کا یہ خطبہ "خطبہ الصفا" کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ گویا آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے ابلاغ کا جو طریقہ اختیار فرمایا وہ خطبہ تھا۔

درج بالا "خطبہ الصفا" میں درج ذیل ابلاغی ارشادات، معانی اور مفاہیم پنہاں ہیں۔

ا۔ بشارت وانذار کا اصول

یہ اسلامی ابلاغ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم اصول ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کو مخاطب کرنے اور واقعات واحداث کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے انہیں خوشخبریاں سنائیں جائیں، ان کے سامنے امید کی کرنیں کھولی جائیں اور جو اللہ تعالی کی نشانیوں اور نعمتوں سے روگردانی کرے انھیں برے انجام سے ڈرایا جائے۔

ب۔ اجتماعی ابلاغ کا آغاز

خطبہ صفاء سے قبل رسول اللہ ﷺ نے انفرادی دعوت وابلاغ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا مثلا آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد، اعزا واقرباء، دوست واحباب جن میں اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیر شامل تھے، کو دین کی دعوت دی جبکہ اس خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے بحکم ربانی اجتماعی طور پر دعوت وابلاغ کی بیل داغ ڈالی۔

ج۔ نئے وسیلہ ابلاغ کا استعمال

اس خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے بلند وبالا پہاڑ "یعنی جبل صفا" کا انتخاب کیا۔ صفا کے علاوہ جبلِ نور، کوہِ ابو قبیس، مروہ اور دیگر پہاڑ بھی تھے ان کی بجائے آنحضرت ﷺ نے کوہِ صفا کا انتخاب فرمایا۔ تاکہ آپ ﷺ بہت سے لوگوں تک اپنی دعوت کو پہنچا سکیں۔ اسی طرح وسیع وعریض میدان کا چناؤ اس لئے کیا کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس میں سما سکے۔ اس طرح آپ ﷺ نے تھوڑے وقت میں انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی دعوت کو پیش کیا۔ آپ ﷺ اپنے عمل مبارک سے امت کی رہنمائی فرمائی اور تعلیم دی کہ پیغام رسانی کے لئے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو زیادہ لوگوں تک اپنی بات کو پہنچانے میں مؤثر وکارآمد ہو۔

د۔ مقصدیت کا پرچار

آنحضرت ﷺ نے انتہائی اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ابلاغ کے اہم اصول ومبادی کو بڑی جامعیت اور اختصار کے ساتھ ذکر کر دیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حقیقت الوہیت وعبودیت، حقیقت بعث ونشور، حساب

---

(۱)　مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد، الریاض، ۱۴۰۰ھ، ۱/ ۱۹۴

وکتاب، ثواب وعقاب کا تذکرہ کیا۔

ھ۔ عقلی، فکری اور اجتماعی مسلمات کا برملا اظہار

آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں عقلی، فکری اور اجتماعی مسلمات کا برملا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ جبل صفا پر چڑھ کر اپنی بات کی ابتدا «یاصباحاہ» سے کی، جو دراصل قبائل کے ہاں خطرے کی گھنٹی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے تمام قبائل کو ان کے ناموں کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے «یا بني فلان، یا بني فلان» فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے پیش نظر ان میں حمیت اور غیرت کو ابھارنا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے عقلی بنیادوں پر مسلمہ استدلال کو پیش کرتے ہوئے فرمایا:

« أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ»[۱]

اگر میں تم کو یہ کہوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی اوٹ سے تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم اس کی تصدیق کروگے؟ سب نے کہا ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایک بڑے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

و۔ تکرار

اسلامی اسلوب ابلاغ میں تکرار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جو در حقیقت کسی بھی خبر کے مشہور اور عام ہونے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں اس اسلوب کو مد نظر رکھا ہے۔

۲-قبائل عرب کو ابلاغ

آنحضرت ﷺ جب اہل مکہ کے ایمان سے مایوس ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی دعوت کو مؤثر بنانے کے لئے ابلاغ کے نئے وسائل وذرائع تلاش کیے۔ چنانچہ آپ ﷺ موسم حج میں اپنی دعوت کو قبائل عرب پر خفیہ طور پر پیش کرنا شروع کر دیا۔ جس سے آپ ﷺ کی دعوت کو سیاسی، دعوتی اور ابلاغی سطح پر تقویت حاصل ہوئی۔

۳-تلاوت قرآن کے ذریعے ابلاغ

سورۃ الرحمان کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس سورت کو قریش کے سرداروں پر پڑھا جائے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سورت کو سرداروں قریش کے سامنے پڑھی۔[۲] اور انہیں اسلام کی دعوت پیش کی۔

۴-سفراء کے ذریعے ابلاغ

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ تعالیٰ: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾، حدیث نمبر: ۵۰۷، ۱/ ۱۹۴

(۲) رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار الفکر، ۱۹۸۱م، ۳۲/۲۳

آنحضرت ﷺ کے مکی دور کا ایک اہم ذریعہ ابلاغ، مختلف علاقوں اور شہروں کی طرف اپنے سفراء اور قاصدوں کا ارسال کرنا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پورے جزیرہ عرب کی طرف اپنے سفراء کو اسلام کی دعوت کے لئے ارسال کیا۔(۱)

ب-عہد مدنی میں نبوی ذرائع ابلاغ

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب اپنی ریاست قائم کی تو اس دور کے اہم ذرائع ابلاغ درج ذیل تھے:

۱-مسجد

مدینہ منورہ میں ابلاغ کا پہلا اور اہم ذریعہ ابلاغ مسجد تھی۔ آپ ﷺ مسجد میں عبادات اور درس وتدریس وغیرہ سرانجام دیتے تھے۔ اس دوران آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دعوتی، تعلیمی اور ابلاغی پروگرام پیش کرتے تھے۔

۲۔خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ خطبہ جمعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ تھا۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کو جب کبھی بھی خطاب کرنا ہوتا تو آپ ﷺ کسی صحابی کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو مسجد میں جمع کریں۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں:

"جاءني رسول الله ﷺ فقال: «خذ بيدي وقد عصب رأسه، فأخذت بيده، فأقبل حتى جلس على المنبر فقال: ناد في الناس»، فصحت فيهم فاجتمعوا له"(۲).

رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا اور مجھے اپنا ہاتھ تھامنے کا حکم دیا تو میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا تو آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گے تو آپ ﷺ نے مجھے کہا لوگوں کو بلاؤ تو میں بلند آواز سے انہیں بلایا تو وہ جمع ہو گے۔

۳-ارشاد نبوی کو بلند آواز سے دہرانا

بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کسی صحابی کو حکم دیتے کہ وہ ان کے فرمان کو بلند آواز دہرایا جائے۔ اس دور کا یہ بھی ایک اہم ذریعہ ابلاغ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

"لما وقف رسول الله ﷺ بعرفة أمر ربيع بن أمية بن خلف فقام تحت يدي

---

(۱) ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، تحقیق: مصطفی السقا، شرکہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، طبع دوم: ۱۹۶۶ء، ۱/۴۳۵

(۲) ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، دار الجیل، بیروت طبعہ اول: ۱۴۱۲ھ، ۵/۲۸۸

الناقة وكان رجلاً صيتاً فقال: اصرخ أيها الناس أتدرون أي شهر هذا؟....."[1].

جب رسول اللہ ﷺ عرفہ میں کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ربیع بن اُمیۃ کو حکم دیا کہ بلند آواز کو دہرایا جائے چنانچہ وہ اونٹی کے کے نیچے کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارنے لگا اے لوگوں تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟

٤-منبر ذریعہ ابلاغ

ابتدا میں آنحضرت ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے منبر تیار کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد آپ ﷺ منبر پر وعظ ونصیحت اور ابلاغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

٥- اذان ذریعہ ابلاغ

مسلمانوں کو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے بلانے کے لئے آذان کا آغاز مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آذان سن کر مسجد میں حاضر ہوتے اور نمازوں کے علاوہ وعظ ونصیحت اور دین وشریعت کے احکام سے مستفید ہوتے تھے۔

٦-خطوط،رسائل ذریعہ ابلاغ

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اُمراء اور بادشاہوں کو اسلام کی دعوت وابلاغ کے لئے ان کی طرف وقتاً فوقتاً خطوط رسائل ارسال کیے۔ جس کے حوصلہ فزا نتائج بر آمد ہوئے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم، احادیث نبویہ، حج، اسلامی فتوحات، تجارتی سفر، استقبال وفود وغیرہ اس دور کے اہم ذرائع ابلاغ تھے۔

مبحث سوم: اسلامی ذرائع ابلاغ کے اصول وضوابط

اسلامی نظریہ ابلاغ ایک ہمہ گیر اور جامع نظریہ ہے جو کسی انسانی فکر کا زائیدہ یا محض عقلی بنیادوں پر انسانوں کا تیار کردہ نہیں بلکہ یہ آفاقی نظریہ ابلاغ درحقیقت قرآنی تعلیمات واحادیث مبارکہ کی اساس پر قائم کیا گیا ہے۔ وہ انسان کی فطری آزادی سے لے کر ذرائع ابلاغ کی آزادی تک کا سارا نظام عمل انہی اسلامی احکامات وہدایات پر مبنی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کی کیا ذمہ داریاں ہو سکتی ہیں یا انہیں کیسے ذمہ دار بنایا جاسکتا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ آج کے ذرائع ابلاغ کو اسلامی نظریہ ابلاغ کے اصول وضوابط پر استوار کیا جائے۔ جس کے درج ذیل اصول وضوابط اور بنیادیں ہیں۔

---

(١) الطبرانی الکبیر، تحقیق: حمدی بن عبد المجید، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل، طبع دوم: ١٩٨٣ء، ٢/ ٢٧٧

ا۔ تحقیق وتثبت

اسلام کے تصور ابلاغ کے مطابق کسی خبر کی تصدیق وتثبت ضروری ہے پھر اسے آگے پہنچایا جائے۔ ورنہ یہی خبر کسی کی بے عزتی اور بدنامی کا سبب بن سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾[1]

مؤمنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

اسلامی ذرائع ابلاغ میں قیاس وگمان اور ظن وتخمین کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ قرآنِ مجید بعض قیاس وگمان اور ظن وتخمین کو گناہ قرار دیتا ہے[2]، چنانچہ قیاس وگمان اور شک وشبہ سے بالا ہو کر حقائق کو شُستہ اور شگفتہ انداز میں منظر عام پر لانا ذرائع ابلاغ کا فریضہ ہے۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے شک وشبہات پر مبنی شیئرنگ سے بہ ہر صورت احتراز کریں نیز ایسے مواقع کا سد باب کریں جو جھوٹی اور افواہوں پر مبنی شیئرنگ کے ذریعے سنسنی پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

۲۔ راست بازی اور عدل وانصاف

اسلام نقطہ نظر سے ابلاغ میں خبر کا سچ ہونا ضروری ہے اگر خبر میں سچائی نہ ہو اور اس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو تو اسے فریب کاری میں شمار کیا جائے گا۔ اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے عوام الناس تک سچی اور صحیح خبر پہنچائی جائے۔

صدق اور عدل، اسلامی نظریہ ابلاغ کے نمایاں ترین مظاہر میں سے ہیں، صدق وراست بازی ذرائع ابلاغ کا حسین زیور ہیں۔ میڈیا اگر ان اوصاف سے عاری ہو جائے اور اس کے بجائے پروپیگنڈا، جھوٹ، فریب، ناانصافی، دھوکہ اور تعصب کے دلدل میں پھنس جائے تو اپنی وقعت کھو بیٹھتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾[3]

---

(۱) سورۃ الحجرات:۶

(۲) سورۃ الحجرات:۱۲

(۳) سورۃ الأحزاب:۷۰

اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کیا کرو۔

نوجوانوں کا چاہیے کہ وہ اپنے اندر سچ کو رواج دیں جو انہیں ذات نبوی سے ورثے میں ملا ہے۔ سچ پر مبنی رپورٹنگ سے باطل میڈیا از خود اپنی وقعت کھو بیٹھے گا۔ سچ کی بدولت عوام الناس میں صحیح اور حقیقی رائے عامہ پروان چڑھے گی اور حق کا بول بالا ہو گا۔

۳۔ تقویٰ اور خدا خوفی

تقوی اور خوفِ خدا اسلامی ذرائع ابلاغ کے اساسی اور بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ تقوی جو درحقیقت نیکی و صالحیت کے لیے آمادہ کرنے والی مہتم بالشان چیز ہے، اگر ذرائع ابلاغ میں اس خدائی قانون کی حکمرانی ہو جائے تو معاشرہ راست رو، اعتدال پسند، قانون کی عظمت کا علَم بردار بن جاتا ہے۔ تقویٰ کا دائرہ صرف نماز کے خشوع و خضوع یا زکوۃ و صدقات میں عدم ریاکاری تک محدود نہیں بلکہ اس کے دائرہ کار میں میڈیا کی حدود بھی شامل ہیں۔ ایک نوجوان اینکر کو لباس زیب تن کرتے وقت یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس کی تراش و خراش تقویٰ کے منافی تو نہیں۔

۴۔ مثبت طرز فکر کا فروغ

اسلامی نظریہ ابلاغ مثبت طرز فکر کو فروغ دیتا ہے۔ واضح، دوٹوک اور الہام سے پاک ہونے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾(۱)

اور ہم پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

ذہنی انتشار، شکوک و شبہات، طبعیتوں میں ہیجان انگیزی پیدا کرنے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ جنگ اور امن دونوں صورتوں میں غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ سے گریز کی ہدایت کرتا ہے۔ قرآن کریم نے منافقین کے منفی رویے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ﴾(۲)

یہ لوگ جہاں کہیں اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اسے لے کر پھیلا دیتے ہیں۔

درج بالا اصول کی روشنی میں ایک نوجوان اینکر کو اُس سچ سے بھی گریز کرنا ہے جو معاشرے میں انتشار اور پراگندگی کا سبب ہے، معمولی ریٹنگ کے حصول کے لیے غیر ذمہ دارانہ طریقہ ابلاغ سے گریز ضروری ہے۔

---

(۱) سورۃ یٰس:۱۷

(۲) سورۃ النساء: ۸۳

۵۔ جرأت اور بے خوفی

اسلامی نظریۂ ابلاغ نے حق و سچ پیغام پہنچانے میں جرأت اور بے خوفی کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ﴾[1]

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

آپ ﷺ کو جب علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ ﷺ سرداران قریش کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لائے اور کوہ صفا پر دعوت عام دی۔ نوجوان میڈیا پرسنز کے لیے یہ اسوہ مشعل راہ ہے۔

۶۔ اظہار رائے کی آزادی

اسلام میں اظہار کی آزادی محض ایک انسانی حق ہی نہیں، بلکہ یہ ذرائع ابلاغ کا ایک دینی اور اخلاقی فرض بھی ہے اس لیے کوئی فرد، کوئی حکومت اور نہ ہی کوئی ادارہ انسانوں سے ان کی فطری آزادی کو سلب کر سکتا ہے، اور نہ اس کو چیلنج کر سکتا ہے؛ البتہ اتنی شرط ضرور عائد کی جائے گی کہ کوئی بھی ذریعۂ ابلاغ کوئی ایسی خبر یا بات کی تشہیر نہ کرے، جس سے مفادِ عامہ کو زد پہنچے۔ جو اسلامی اقدار کے منافی ہو اور جس میں انسانیت اور انسانی سماج کی تعمیر کے بجائے تخریب کے عوامل پنہاں ہوں۔

۷۔ فکر و نظر کی آزادی

اسلام نے فکر و نظر کی آزادی کے ساتھ ہمیشہ آزادیِ رائے کا احترام کیا ہے۔ اسلام نے صرف آزاد مرد و خواتین ہی کو نہیں بلکہ غلاموں تک کو اپنی بات کہنے کا فطری حق دیا ہے۔ اسلامی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کس درجہ شدت کے ساتھ حریتِ رائے کے تصور کی پرورش کی ہے اور اس کو انسانی معاشرے کا لازمی جز بنانے کی سعی کی ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام آزادیِ فکر و نظر کا امین اور نقیب ہے۔ اس میں ہر شخص کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے؛ بشرطیکہ اس کی رائے نصِ صریح سے متصادم نہ ہو۔

۸۔ حاکم وقت سے باز پرس کرنے کا حق

جمہوری نظام میں جہاں ریاست اور ملک کے ہر باشندے کو حکمرانوں کے انتخاب کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے۔ شورائی نظام میں ہر فرد کی شرکت ضروری نہیں، بلکہ صرف اہل الرائے لوگ انتخاب کا قانونی حق رکھتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ الأحزاب:۳۹

اسلام نے ہمیشہ شورائی نظامِ فکر و عمل کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ آج کے جتنے ذرائع ابلاغ ہیں، ان پر چند با اثر افراد یا سیاست دانوں کا کنٹرول ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ»(۱)

خبر دار! جو تم کسی شخص کے اثر و رسوخ کی وجہ سے حق کے اظہار میں تردد سے کام لو۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا کے مختلف فورمز پر حکمرانوں سے اپنے حقوق طلب کریں اور اس سلسلے میں تند و تیز سوالات سے بھی گریز نہ کریں۔ نوجوان صحافی اس اصول کو اپنائیں تو حکمرانوں کی کرپشن کو کسی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

۹۔ ظلم اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کرنے کا حق

اسلام نے ذرائعِ ابلاغ کو ایک اہم حق ظلم اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کا دیا ہے۔ چنانچہ ذرائعِ ابلاغ کو جہاں کہیں بھی ظلم اور ناانصافی ہوتی ہوئے نظر آئے اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیے اور مظلوموں کی حمایت میں انسانی غیرت اور حمیت کا ثبوت دینا چاہیے۔ ذرائع ابلاغ کے ذمہ دران کو چاہیے کہ وہ کسی بھی جرم اور بد عنوانی کا عوام کو باخبر کرنے اور پردہ فاش کرنے میں مداہنت اور مصالحت سے کام نہ لیں۔ نوجوان صحافیوں اور اینکرز کا جذبہ اس کو مزید چار چاند لگا سکتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ ظلم کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بنیں اور بزدلی کو دلیری کی تلوار کے کاٹ ڈالیں۔

۱۰۔ مناظرے اور باہمی تنقید کی آزادی

اسلام نے ہر قسم کے علمی مباحثے اور مکالمے کی آزادی دی ہے، بشرطیکہ اس سے کسی کے جذبات مجروح نہ ہوتے ہوں، مباحثے تعمیری ہوں نہ کہ تخریبی اور بے جا تنقید سے گریز کیا جائے، بات دلائل سے مزین اور وزنی ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَلا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾(۲)

آیت میں اگرچہ خطاب یہود سے ہے؛ لیکن اس کے عموم پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔

۱۱۔ شہادت کی آزادی

اسلام کی رو سے ذرائع ابلاغ کو شہادت کی آزادی حاصل ہے۔ جس کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ کسی کی حمایت

---

(۱) ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث: ۴۰۰۵، تحقیق: شعیب الارناوط، دار الرسالہ العالمیہ، طبع اول: ۲۰۰۹ء

(۲) سورۃ العنکبوت: ۴۶

یا کسی مجرم کی مخالفت میں گواہی دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ اقرباء اور رشتے داروں کے خلاف گواہی دینا پڑے۔ اسلام نے شہادت کو چھپانے والے کو سخت وعید سنائی ہے[۱]۔

۱۲۔ جرائم کا پردہ فاش کرنے کی آزادی

اسلام نے کسی کی نجی زندگی میں مداخلت اور کسی کی ٹوہ میں رہنے سے منع کیا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کے حرکت و عمل سے مفادِ عامہ پر ضرب پڑتی ہو، تو اس کے جرم کو طشت ازبام کرنا ضروری ہے۔ گھروں میں جاسوسی کے آلات نصب کرنے، کسی شخص کے ٹیلی فون کال ٹیپ کرنے وغیرہ اس قسم کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں وہ ناجائز اور حرام ہیں۔

دورِ حاضر میں جب حکمرانوں کی عیاشیاں مفاد عامہ پر ہتھوڑے برسا رہی ہیں، ایسے میں نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا کے ذریعے وہ حقائق پر مبنی جرائم کا پردہ فاش کریں۔

۱۳۔ حمایت و مخالفت کا اسلامی اصول

ذرائع ابلاغ عوام کی ذہن سازی میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ عوام ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹ اور تجزیوں کی بنیاد پر بہت سے فیصلے کر لیتے ہیں۔ اسلام نے ذرائع ابلاغ کو حمایت و مخالفت کا بھی اصول متعین کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ کسی سے محبت اور بغض و عداوت صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔

۱۴۔ بامقصد تفریح کی آزادی

اسلام نے ذہنی آسودگی کے لیے تفریحی پروگرام کرنے کی اجازت دی ہے۔ بشرط وہ توہین یا طنز و تضحیک پر مبنی نہ ہوں اور نہ ہی کسی کی دل آزاری کا سبب بنے۔ اسلام انسان کی تکریم کا درس دیتا ہے۔ اور اس بات سے منع کرتا ہے کہ کسی انسان کی عزت کو مجروح کیا جائے۔ یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان عزت و احترام کا مستحق ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ﴾[۲] اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مزاح فرمایا ہے۔ جو مزاح نگاری اور فکاہیہ چینلز کے لیے اسوۂ حسنہ کا درجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی حدود و قیود کا خیال رکھیں اور عوام کو با مقصد تحریریں، پروگرام مہیا کرے جس میں اصلاح کا پہلو موجود ہو۔ مثلاً نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ مختلف چینلز پر اپنی آواز، تقریر، تحریر، فن خطابت، کھیل کود میں اپنی لیاقت میڈیا پر پیش کریں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور

(۱) سورۃ البقرہ، ۲۸۳

(۲) سورۃ بنی اسرائیل:۸۸

دوسروں کو ترغیب ملے۔

۱۵۔ فحاشی اور بے حیائی سے گریز

اسلام میں حیاسوز اور انسانی معاشرے پر بُرا اثر مرتب کرنے والے تفریحی پروگرام اور فحاشی اور عریانی کی قطعاً اجازت نہیں ہے ۔ اسلام ذرائع ابلاغ کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ آزادی کے نام پر فحاشی کو عام نہ کریں۔ قرآنِ مجید میڈیا کے اس منفی کردار کو شنیع جرم قرار دیتا ہے۔ جرم کی شدت و سنگینی کا اندازہ قرآنِ مجید کی اس جامع تعلیم سے ہوتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ﴾(۱)

یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔(۲)

لہٰذا ذمہ داران کو حیاسوز ڈرامے اور فلمیں، فحش مکالمے، حیاسوز گی، عریاں تصاویر، غیر مہذب اور اخلاق باختہ لٹریچر وغیرہ سے گریز کرنا چاہیے۔ سورۃ انعام میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾(۳)

اور بے حیائی کا کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا پر کسی بھی ایسی سرگرمی کا حصہ نہ بنیں جس سے فحاشی و عریانی کی جھلک آتی ہو بلکہ وہ میڈیا کے ذریعے ہی اس کی اس طرح حوصلہ شکنی کریں کہ چینلز کے ذمہ داران کو منہ کی کھانی پڑے۔

۱۶۔ دھوکہ دہی اور چربہ سازی کی ممانعت

اسلامی ذرائع ابلاغ دھوکہ دہی اور چربہ سازی کی مذمت کرتا ہے۔ خواہ کسی کی تحریر کو بغیر حوالے کے اپنے نام سے نقل کر دیا جائے، یا اصلی مصنف کی طرف وہ کچھ منسوب کر دیا جائے جو اس نے نہ کہا ہو۔(۴)

---

(۱) سورۃ النور:۱۹

(۲) اگرچہ یہ آیت کریمہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ کی شخصیت پر بہتان تراشی کرنے اور افواہوں کا بازار گرم کرنے والے منافقین اور کمزور ایمان والے حضرات سے متعلق ہے، لیکن قرآنِ مجید کی عظمت کا راز اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ اس کی تعلیمات مخصوص دور سے تعلق نہیں رکھتیں اور نہ افراد اور جماعتوں کے کردار محض ہدفِ تنقید بنانے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں، بلکہ ہر ہر آیت آج کے افراد و معاشرے کے لیے بھی روح پرور پیغام ثابت ہوتی ہے۔

(۳) سورۃ الأنعام:۱۵۱

(۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔﴿ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ سورۃ البقرہ:۷۹ ترجمہ: تو ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ خدا کے پاس

۱۷۔ نجی زندگی کا تحفظ

اسلامی نظریہ ابلاغ دوسروں کی نجی زندگی کا تحفظ کرتا ہے اور بے جامداخلت سے روکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَهْلِهَا﴾(۱)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل ہو کر، جب تک گھر والوں کی اجازت نہ لے لو، اور گھر والوں پر سالم نہ بھیجو۔

۱۸۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر

اسلامی نظریہ ابلاغ میڈیا کو ان اخلاقی اقدار اور اصولوں کا پابند بناتا ہے جو فرد، ریاست اور دوسرے ادارے پر عائد کی گئی ہیں ان کا حلقہ اثر یقینا اپنے اپنے وسائل اور اختیارات کے لحاظ سے مختلف ہو گا، لیکن ان کی تمام سرگرمیوں کی سمت ایک ہی ہو گی یعنی امر بالمعروف خیر اور بھلائی کا فروغ اور نہی عن المنکر شر اور برائی کا خاتمہ، فرد، ریاست یا میڈیا میں سے جو کوئی اللہ کی حدود کو توڑے گا وہ خود بخود دوسروں کو مزاحمت کا حق دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾(۲)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

دین اسلام کی دعوت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ میڈیا کے ذریعے جب دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے تو دعوتی مقصد میں اس کی اہمیت نہایت بڑھ جاتی ہے۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ دعوتی مقاصد کے لیے میڈیا کا بھرپور استعمال کریں اور دین خداوندی کی صدا کو دنیا بھر، ہر گھر، ہر گلی اور ہر کوچے میں عام کر دیں۔

۱۹۔ خواتین کے معاملے میں احتیاط

اسلامی نظریہ ابلاغ خواتین کے معاملے میں احتیاط بھرتنے کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ کسی خاتون کی ایک غلط تصویر یا غلط خبر شائع ہونے کا نتیجہ خاندان کی بربادی کی صورت میں نکلتا ہے اور رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

سے ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کریں۔

(۱) سورۃ النور: ۲۷

(۲) سوۃ آل عمران: ۱۱۰

اور خواتین کی عزت وعصمت کی حفاظت کے پیش نظر بے جاالزام تراشی کی نہ صرف ممانعت کرتا ہے بلکہ اس پر سخت سزا مقرر کرتاہے۔ ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ (۱)

اور جولوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لے کر آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت قبول نہ کرو۔

خواتین کی عصمت دری پر ابھارنے والے مواد پر مشتمل ویب سائٹس کو ہمیشہ کیلیے بلاک کرنا نوجوانوں کی اخلاقی، دینی اور ملی ذمہ داری ہے۔وہ نوجوان جو کمپیوٹر کی مہارت رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ اس فریضے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

۲۰۔جواب دہی کا احساس اور فکرِ آخرت

اسلامی نظریہ ابلاغ فکرِ آخرت کی جواب دہی کا احساس دلاتا ہے۔جب میڈیا کے ذمہ داروں میں اس زندگی کے بعد کی زندگی کا یقین تازہ اور عقیدہ مستحکم ہوجائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے حساس ہوں گے، بُرائیوں سے مجتنب ہوں گے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کے ذریعے خدمت انسانیت کا حق ادا کریں گے تو یقینی طور پر خوش گوار تبدیلیاں وقوع پذیر ہوں گی۔

اسلامی نظریہ ابلاغ کی مذکورہ بالا بنیادوں اوراصول وضوابط کی روشنی میں ابلاغ کے ذمہ داران پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ذرائع ابلاغ کو انہی اصولوں وضوابط کا پابند بنائیں اورانسانیت کے لیے بامقصد اور مفید بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اوراگر ان خصوصیات کو توشۂ راہ بناکر اگر میڈیا کا رختِ سفر باندھاجائے تو بلاشک وشبہہ عوام وخواص اور علماوجہلا سب کی جانب سے راست رو، ایمان دار، بے باک اور شفافیت سے پُر ہونے کی سند حاصل ہوگی، اور دوسری طرف بے لاگ تبصروں اور خبر رسانی کے یہ ذرائع ان کے ذمہ داروں کو خالق حقیقی کی نگاہ میں بھی محترم اور باعزت بنادینگے۔

میڈیا کا منفی کردار

ابتدا میں ذرائع ابلاغ کا کردار مثبت رہاہے۔جس میں قومی تعمیرنو، تہذیبی واخلاقی اقدار کی پاسداری اور اصلاح احوال سے کبھی غفلت نہیں برتی گئی۔لیکن اکیسویں صدی کے آغاز پر "ابلاغی انقلاب" برپاہوا جس نے ملک کو سماجی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور نظریاتی طور پر کھوکھلا کر ڈالا ہے۔عصر حاضر کا میڈیا دراصل ایک ایسی دو

(۱) سوۃ النور:۴

دھاری تلوار ثابت ہو رہا ہے جو اپنے ہی ملک کی نظریاتی، اخلاقی و حقیقی سرحدوں کے درپے ہو گیا ہے۔

ذیل میں میڈیا کا منفی کردار کی چند ایک جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

۱۔ بے حیائی کی ترویج و اشاعت

آج کے میڈیا میں فحاشی و عریانیت، انسانی قدروں کی پامالی اور اخلاق سوز حرکات، قتل و غارت گیری، چوری، ڈکیتی، اغوا، ظلم و ستم کے نئے نئے طریقے دکھائے جاتے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے پروگراموں میں اختلاطِ مرد و زن کو فروغ دیا جاتا ہے، انٹرنیٹ پر لاکھوں ایسی ویب سائٹس لانچ کی گئی جو جنسی انارکی پھیلانے میں لگی ہوئی ہیں۔[۱]

ان پروگراموں کے ذمہ داران کو نہ تو خوف اللہ ہے اور نہ ہی سماج کے برباد ہونے اور بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ ہے اس لیے نوجوانوں کو اس کا نوٹس لینا چاہیے اور اس کی اصلاح کرنا ضروری ہے وگرنہ دنیا اباحیت کی آماجگاہ بن جائے۔

۲۔ معاشرتی انتشار

فرقہ واریت کے جذبات کو شہہ دینا، معمولی خامیوں اور کمزوریوں کو نمایاں کر کے پیش کرنا، اصل اور مطلوب اُمور و مسائل کے بجاے جزئیات اور غیر ضروری امور پر توجہ مرکوز کرنا، مستحکم قیادت سے محروم کرنے کی کوشش کرنا، آج کے میڈیا کا طرہ امتیاز ہے۔ نیز لوگوں کے درمیان انتشار پیدا کرنا، دوسروں کے محاسن کو بالاے طاق رکھنا اور ان پر دبیز پردے ڈالنے کی کوشش کرنا، عوام و خواص کو بغاوت اور نافرمانی پر اُبھارنا، عوام و خواص میں راہنمایانِ قوم کے متعلق شکوک و شبہات کو فروغ دینا۔ یہ سب میڈیا کے منفی کردار کے مظاہر ہیں جو مشاہدات میں آتے رہتے ہیں۔

۳۔ حقائق کو مسخ کرنا

حقائق اور واقعات کو دل نشیں پیرائے میں بیان کرنا قابلِ ستائش ہے لیکن تصنع و تکلف کے لبادے میں ملمع کاری اور تفریحِ طبع کا سامان اس طور پر پیش کرنا کہ حقائق سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہو شہرت اور اپنی قیمت منوانے کا سطحی ذریعہ تو بن سکتا ہے لیکن نیک نامی کا نہیں۔ آج ذرائع ابلاغ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اور انھیں من و عن بیان کرنے کے بجائے حذف و اضافہ اور قطع و بُرید کے ذریعے خبروں کو مسخ کر کے عوام کو گمراہ کرنا، حقائق کا نظروں سے اوجھل کر دینا، اخلاقی قدروں کی پامالی، فتنہ و فساد کا دور دورہ ایسے سنگین جرائم ہیں جو میڈیا کے کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

---

(۱) نذر الحفیظ ندوی، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، ۲۰۰۱ء ص:۳۴

۴۔ سنسنی پھیلانا

ذرائع ابلاغ کا یہ منفی پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ وہ سنسنی پھیلانے کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سوچنے کی کوشش نہیں کرتے کہ ایسی سنسنی خیز بات دوسروں تک پہنچانے کے کیا اثرات ہوں گے۔ ایسی صورت حال کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴾(1)

جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔

آج صورتحال یہ ہے کہ کسی نے کوئی سنسنی خیز بات کہی تو میڈیا والے بغیر تحقیق کئے اسے دوسروں تک پہنچانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب

آج بین الاقوامی میڈیا کا مرکز توجہ اسلام اور مسلمان ہیں اسی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بے جا الزام تراشی ان کا وطیرہ بن چکی ہے، اسلام اور شعائر اسلام، رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، قرآن وسنت، اسلامی حدود و تعزیرات، جہاد اسلامی کے خلاف کسی نہ کسی طرح زہر افشانی ہوتی رہتی ہے۔ آج ہمارا میڈیا بھی کسی حد تک ان کی نقالی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

٦۔ مغرب کا آلہ کار

ذرائع ابلاغ فکرِ اسلامی ہی نہیں بل کہ انسان کو ہلاک و برباد کرنے لیے، اس وقت بہترین آلہ ہے اور ہر طرح کے ذرائع ابلاغ پر مکمل رسوخ یہود و نصاریٰ کو حاصل ہے۔ دنیا میں جتنی بڑی بڑی اخباری اجنسیاں ہیں، مثلاً: C.N.N, B.B.C وغیرہ، سب یہود و نصاریٰ ہی کے کنٹرول میں ہے۔ وہ خبروں کو توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ عقائد کو بگاڑنے کے لیے آواگون، باطل معبودوں کو فرضی طاقت، جادوگری وغیرہ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔

میڈیا کی اصلاح اور نوجوانوں کی ذمہ داریاں

درج بالا چشم کشا حقائق نے اس واضح حقیقت کو عیاں کیا ہے کہ عصر حاضر کا میڈیا فحاشی و عریانی میں اپنے

(1) سورۃ النور: ۱۵

سر کش گھوڑے کو کس طرح بگٹٹ دوڑا رہا ہے کہ معصوم بچے اور پاک سیرت نوجوان اس کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہے ہیں، یہ میڈیا افراد و اقوام کے مابین کس طرح انتشار پیدا کر رہا ہے، کہ اپنے ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں، افر تفری، قتل وغارت، کا ایک بازار گرم ہے، شام مصر، تیونس، ولیبیا، یمن و عراق، لاکھوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں مگر میڈیا کے آدم خور کی خونی پیاس بجھی نہیں بلکہ ہر دم بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کے پاس حقائق کو مسخ کرنے کی تکنیک ہے، یہ اجالے کو اندھیرا اور اندھیرے کو روشنی ثابت کرتا ہے، معصوموں کو دہشت گرد اور دہشت گردوں کو انسانیت کے نجات دہندہ ثابت کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، لہذا یہ سنسی پھیلا کر اعصاب کو شل کر دیتا ہے، سوچنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے پھر اپنا وار کرتا ہے تو زہر میں بجھا ہوا تیر دل کو چیر کر رکھ دیتا ہے، ظلم کی حد تو یہ ہے کہ زخم کا علاج بھی یہ میڈیا خود اپنے طریقوں سے کرتا ہے، لہذا دوا بھی ملتی رہتی ہے اور زخم بھی رستا رہتا ہے۔

عصر حاضر میں میڈیا کی ہلاکت آفرینی کے سامنے بند باندھنے کی ذمہ داری مسلم امہ کے نوجوانوں پر عائد ہوتی ہے وہ انسانیت کو بدامنی و بے چینی، کشت وخون، قتل وغارت سے بچانے کی خاطر اس کا دھارا درست کریں عہد نبوی کے منہج نبوی کو اساس اور بنیاد بناتے ہوئے اسلام کی مسلمہ تعلیمات، روایات واقدار پر مبنی میڈیا کو تشکیل دیں، میڈیا کے کاغذی ماڈل فراہم کرنے کے بجائے اپنے ادارے تشکیل دیں جو اسلام کی حقانیت کو بھی ثابت کریں، دعوت دین کا بھی پرچار کریں، اور انسانیت کے لئے اپنے آپ کو مسیحا کے طور پر پیش کریں اسی کے اندر انسانیت کی اصلاح و بقاء ہے۔

تجاویز وسفارشات

مقالہ ہذا کی درج ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں جن کے عملی نفاذ سے بہتری کی امید کی جاسکتی ہے:

۱- نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ وقت اور حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر منہج نبوی کی اتباع کرتے ہوئے میڈیا میں اپنا کردار ادا کریں، تبدیلی وقت کے ساتھ جدت کا اپنانا لازمی ہوتا ہے ،نوجوانوں کو چاہیے کہ اسلام کی تبلیغ اور اس کی ترویج میں جدید میڈیا، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، سوشل ویب سائٹس، موبائل اپلی کیشنز کا بھرپور طریقے سے استعمال کریں۔

۲- انسانی نفسیات خوشخبریوں کی جانب مائل ہوتی ہے۔ منہج نبوی کی روشنی میں یہ ضروری ہے کہ نوجوان میڈیا پر ایسے پروگرامز نشر کریں جن میں دنیاوی اور اخروی فوائد کی نوید اور تعلیمات اسلامی کے انحراف پر وعید ہو۔

۳- کردار اور اخلاق سب سے بڑی طاقت ہوتا ہے، منہج نبوی کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ نوجوان

اپنا کردار اُجلا رکھیں تا کہ دشمنانِ اسلام اور وہ افراد جن کے دل میں کجی ہوتی ہے، کو انگلیاں اٹھانے کو موقع نہ ملے۔

۴- نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا کا بھرپور طریقے سے استعمال کرتے ہوئے دور دراز کے علاقوں کا سفر کر کے علماء، فقہاء، صوفیاء، عصری میادین میں کارکردگی رکھنے والے افراد کی ویڈیو حاصل کر کے، سوشل میڈیا پر ان کی تشہیر کریں۔ یہ سرگرمی مسلم امہ میں ترغیب کی محرک بنے گی لوگوں میں مثبت سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور حالات سازگار ہوں گے۔

۵- تعلیمی اداروں میں شعبہ ابلاغیات کو مغربی افکار کی چھتری مہیا کرنے کے بجائے اسلام کا خوبصورت سائبان مہیا کیا جائے تا کہ غیر اسلامی بلکہ مذہب اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینے والے افکار کا متبادل پیش کیا جا سکے۔

۶- نجی چینلز کی سرکشی کو پہلے ترغیبی انداز سے کی سدھارنے کی کوشش کی جائے بصورت دیگر قوت نافذہ کو استعمال کرتے ہوئے قرآن کریم کی "ترہیب" کی پالیسی کو اس طرح اختیار کیا جائے کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

۷- بیرونی میڈیا کے مضر اثرات سے بچاؤ کی خاطر ایک جامع لائحہ عمل اختیار کیا جائے تا کہ نسل نو اور آئندہ کی نسلیں اس کی تابکاری سے محفوظ رہ سکیں۔

۸- صاحب سرمایہ افراد کو ایسے چینلز کے قیام کی ترغیب دی جائے جو معاشرے میں اپنا تعمیری کردار ادا کر سکیں۔ اس مقصد کی خاطر مصارف زکوۃ میں سے ایک اہم مصرف " فی سبیل اللہ " کو بنیاد بناتے ہوئے علماء کی مشاورت اور اجتہاد سے صدقات وزکوۃ کو اسلامی میڈیا کے قیام کے لیے استعمال کیا جائے۔

۹- تعلیمی اداروں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر نوجوانوں کی ٹریننگ کی جائے کہ وہ کس طرح عصر حاضر کے میڈیا میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۱۰- نجی چینلز، سنگرز، اداکاروں اور رقاصوں کو خراج تحسین پیش کرنے کی بجائے علماء، فقہاء، اساتذہ، محققین، پروفیسرز، سائنس دانوں الغرض ان تمام افراد کو بطور ہیرو کے پیش کیا جائے جن کی شبانہ روز محنتوں سے یہ دنیا آباد ہے۔